ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

شکیل امجد صادق
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج اوکاڑا

اُردو زبان وادب پر دیگر لسانی رویّوں کے اثرات

Shakeel Amjad Sadiq
Assistant Professor Department of Urdu, Govt. College Okara.

***Corresponding Author:** shakeelamjadsadiq@gmail.com

Impact of Other Linguistic Behaviors on Urdu Language and Literature

Linguistic repository in the shape of words constitutes the body of a particular language. Language will be established and comprehensive provided its words are more and more tangible cum eloquent. In the context of a language, words carry the same importance as currency has for economic stability. An all-encompassing and collective society gives rise to a number of languages which affect each other. Resultantly, change appears within the meaning of words and their narration, culminating into an established language. Urdu language keeps within its fold amalgam of various languages and dialects. Urdu owed its origin to the interaction of Persian, Arabic and other regional languages. This praiseworthy language is more influenced by Persian, Punjabi and Sanskrit languages. Urdu adopted Persian and Arabic style of writing and alphabets. It has many original words of Arabic and Persian which have made their way into Urdu through various means. For that purpose, certain rules have been framed which shed detailed and comprehensive light upon linguistic effects of Persian upon Urdu.

Key Words: *Linguistic, Urdu, Persian, Arabic, Punjabi, Sanskrit.*

فارسی زبان نے مشرقِ وسطیٰ، وسطی ایشیا اور جنوب ایشیائی خطوں میں کئی بڑی اور جدید زبانوں کی صورت گری، نقش گری، تشکیلی اور لسانی آہنگ کو جدید کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُن میں اُردو زبان بھی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

شامل ہے۔ ان خطوں میں جتنی زبانیں بھی موجود تھیں فارسی زبان کا اُن زبانوں میں اثر اور نفوذ بہت زیادہ ہے۔ محمود غزنوی کی فتح کے بعد ہندی زبان سے ترکی و فارسی اور عربی کے الفاظ و تراکیب سے ایک مخلوط النسل زبان نے جنم لیا جو بعد میں اُردو زبان کے طور پر جانی گئی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس زبان کا اندازِ تحریر فارسی جبکہ بولنے میں ہندی سے مشابہت رکھتی ہے۔ اُردو زبان کی فارسی سے قربت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کا قومی ترانہ فارسی زبان میں ہے، قومی ترانے میں اُردو کا صرف ایک لفظ "کا" استعمال ہوا ہے۔ ہماری اُردو شاعری میں بے شمار الفاظ ایسے ملتے ہیں جن کا وجود فارسی سے لیا گیا ہے اور اُن کا مکمل مفہوم سمجھنے کے لیے لغت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

مرزا خلیل احمد بیگ لکھتے ہیں:

> "اُردو نے اپنے ارتقاء کے دوران کئی زبانوں کے اثرات قبول کیے ہیں جن میں عربی، فارسی اور ترکی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔"(۱)

فارسی زبان چونکہ ہند اور ایرانی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے یہی ایک بڑی وجہ ہے کہ اردو اور فارسی زبان میں رشتہ قائم ہے۔ اس کے علاوہ ہند اور ہند سے باہر کی متعدد زبانوں کے الفاظ، مرکبات اور بہت سی اصطلاحات بھی اس زبان میں شامل ہیں بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ اُردو زبان نے دیگر زبانوں کے الفاظ، مرکبات اور اصطلاحات کو بڑی خوشدلی اور خوش اسلوبی سے قبول کیا۔

اُردو زبان نے وہ تمام الفاظ جو اس کے دامن میں آگئے اُن الفاظ کو وسیع جگہ دی۔ یہی سلوک اردو زبان نے فارسی زبان کے ساتھ کیا اور ان کے الفاظ، مرکبات اور اصطلاحات کو قبول کرنے سے انکار نہیں کیا۔ "املاء نامہ" کے مرتب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ یوں رقمطراز ہیں:

> "اردو دنیا کی ان چند انتہائی متمول زبانوں میں سے ہے جن کا دامن اخذ و استفادے کے اعتبار سے ایک سے زیادہ لسانی خاندانوں سے بندھا ہوا ہے۔ اس کے ذخیرہ الفاظ کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ہند آریائی مآخذ یعنی سنسکرت پراکرتوں اور اپ بھرنشوں سے آیا ہے تو ایک چوتھائی حصہ جو دراصل ہند آریائی گروہ کی زبانوں میں اس کے امتیاز و افتخار کا ضامن ہے، سامی و ایرانی مآخذ یعنی عربی و فارسی زبانوں سے لیا گیا ہے۔"(۲)

اُردو دوسری زبانوں سے بھی استفادہ کرتی رہی ہے اور یہ اُردو زبان کا شیوہ رہا ہے۔ لہٰذا یہ بات آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ اُردو زبان میں مستعار اور دخیل الفاظ کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں:

"کوئی بھی بولی جانے والی زبان جتنا زیادہ دیگر زبانوں سے لے گی اتنی ہی سرمایہ دار ہو گی۔"(۳)

اُردو کا صوتی نظام مختلف زبانوں کی آوازوں کا مجموعہ ہے۔ اُردو چونکہ ہند آریائی زبان ہے اس لیے اس میں خالص ہندی نژاد آوازوں کی تعداد زیادہ ہے۔

(ا): عربی و فارسی کے اثرات۔ خ، ز، ف، ق، غ، خالص عربی و فارسی آوازیں ہیں جو ان زبانوں سے براہِ راست اُردو میں در آئی ہیں۔ یہ آوازیں اصل کی رو سے اگرچہ اپنی شناخت رکھتی ہیں لیکن اردو زبان میں ان کی ایک سی آوازیں ہو گئی ہیں۔ مدارس میں آج بھی ان حروف کی قرات ان کی اصل آوازوں سے کی جاتی ہے۔

(ب) ژ، آواز خالص فارسی حرف ہے جو اس زبان کے مستعار الفاظ کے ذریعے اردو کے صوتی نظام کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ یہ آواز صرف فارسی الفاظ مثلاً مژدہ، مژگاں، ژالہ، پژمردہ، اژدہا وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ اب یہ اردو زبان میں بھی مستعمل ہے۔

(ج) کوڑی آوازیں جیسے ٹ، ڈ، ڑ وغیرہ خالص دراوڑی آوازیں ہیں جو بالواسطہ اردو حروفِ تہجی کا حصہ ہیں۔

(د) ہکاری آوازیں خالص دیسی آوازیں ہیں جو اردو کے صوتی نظام کا بنیادی جزو ہیں۔

اس کے علاوہ اردو زبان میں متعدد فارسی کے الفاظ و مرکبات اور اصطلاحات موجود ہیں۔ یہ سب آج بھی مستعمل ہیں۔ یہاں چند الفاظ بطور مثال پیش کیے جا رہے ہیں:

چشم، اشک، نماز، بہشت، برزخ، عدالت، اناج، آب، آرائش، آداب و تسلیمات، انگشتری، بریانی، مرغ مُسلّم وغیرہ

شمالی اور مغربی ہندوستان میں جن بولیوں اور زبانوں کو ترجمانی کا حق حاصل ہوا، ان میں ہندی زبان سر فہرست رہی۔ ایک تحقیق کے مطابق "پرتھوی راج راسو" ہندی زبان کی پہلی کتاب ہے جو دہلی کے راجا "پرتھوی راج چوہان" کے کارناموں کی روداد ہے۔ اس کتاب کی تقلید میں دیگر "راسو" بھی تخلیق ہوئیں۔ اس کے بعد زبان میں تبدیلیوں کا عمل شروع ہوا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جن علاقوں میں یہ زبان بولی جاتی تھی، ان علاقوں میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

توسیع ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہ بات طے ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان مظاہر کے تہذیبوں پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب تہذیبیں اپنا مزاج بدلتی ہیں تو زبان میں تبدیلی ہونا ایک ناگزیر اَمر ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر پرکاش موہن یوں رقمطراز ہیں:

> "ہندی سے تین مختلف مفہوم مراد لیے جاتے ہیں،(۱) کھڑی بولی ہندی (۲) مغربی ہندی اور مشرقی ہندی (۳) مغربی ہندی، مشرقی ہندی، بہاری اور راجھستانی ہندی اور جو اقتدار کے نشے میں چور ہیں وہ گورکھالی اور پہاڑی بولیوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ شکر یہ ہے کہ پنجابی کو ہندی کے حصار میں گھسیٹنے والے ناپید ہو گئے۔"(۴)

ہندی اردو مناقشے پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اکبر بادشاہ کے ابتدائی عہدِ حکومت تک دفتروں میں ایک حد تک ناگری بھی رائج تھی لیکن ٹوڈر مل نے اسے فارسی میں تبدیل کر دیا۔ ۱۸۳۵ء یا ۱۸۳۶ء میں اکبر ثانی نے سرکاری زبان بدل کر فارسی سے اردو کر دی۔ نومبر ۱۸۳۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی فارسی کی جگہ اُردو کو سرکاری زبان قرار دے دیا۔ غدر کے بعد کھڑی بولی ہندی میں اتنی جان آگئی کہ وہ بھی اپنا حق مانگ سکے۔ ۱۸۶۸ء میں سرسید کی برٹش ایسوسی ایشن نے تقاضا کر دیا کہ ایک علیحدہ ورنیکولر یونیورسٹی قائم کی جائے ورنہ کلکتہ یونیورسٹی میں "اردو فیکلٹی" کھول دی جائے۔ اس پر ہندی والے بھی چونکے اور انھوں نے ورنیکولر یونیورسٹی کے تقاضے میں اردو یونیورسٹی کی مانگ کو پہچان لیا۔ بقول ڈاکٹر پرکاش موہن:

> "اس آثار الضادیدی اردو کو ہندی میں بدل دینے کی مانگ سے سرسید بہت ملول ہوئے اور انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ اب ہندو اور مسلمان مل کر نہیں رہ سکتے۔"(۵)

اردو کے نام اور مفہوم کے بارے میں اس قسم کا کوئی التباس نہیں ہے پھر بھی اردو کا حصار ہر قائل کے ذہن میں یکساں نہیں ہے۔ جس طرح آزادی کے بعد ہندوستان کی مشترکہ بول چال کے ہندوستانی کو عام طور پر ہندی کہہ دیا جاتا ہے اسی طرح آزادی سے قبل غیر منقسم ہندوستان میں اردو تحریک کے زعما پورے ملک کی مشترک بول چال کو اردو قرار دیتے تھے۔ مثلاً سید سلیمان ندوی نے ۱۹۳۷ء میں اپنی ایک تحریر "ہماری زبان کا نام" میں اردو کا نام بدل کر ہندوستانی رکھنے کی تجویز دی تھی، لکھتے ہیں:

> "ہم کو اپنی بولی کا ایسا نام رکھنا چاہیے جس کے سننے کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ پورے ملک کی بولی ہے۔ لفظ اردو کے ساتھ اس قسم کا کوئی تصور ذہن میں نہیں آتا۔ بر خلاف اس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے "ہندوستانی" نام بولنے کے ساتھ پورے ملک کا نقشہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے اور اس سے پورے ملک کی بولی ہونے کا یقین منطق کی آمیزش کے بغیر صرف نفسیاتی اثر سے ہمارے اور ہر سننے والے کے دل کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔"(۶)

قدیم اردو ادب پر بھی ہندی ادب کے نمایاں اثرات ملتے ہیں۔ ۱۲۵۰ء سے ۱۷۵۰ء تک کے زمانے کا اندازہ لگائیں تو شمالی ہند میں فرید الدین گنج شکرؒ، شرف الدین بو علی قلندرؒ اور شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ جیسے افضل شعرا ملتے ہیں جنھوں نے اردو ادب میں تصوف کی روایت کو برقرار رکھا مگر ان کی شاعری میں بھی ہندی زبان و ادب کے الفاظ کا ذخیرہ ملتا ہے۔ اسی طرح دکن میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، نظامی دکنی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ"، شاہ اشرف کی "نوسرہار"، میراں جی کی "شمس العشاق" اور اس کے علاوہ برہان الدین جانم، امین الدین اعلیٰ، بہاؤ الدین باخن، محمود دریائی، علی جیو گام دہنی، خوب محمد چشتی، محمد قلی قطب شاہ، ملا وجہی، ابراہیم عادل شاہ، غواصی، ابن نشاطی،، علی عادل شاہ ثانی، نصرتی، فائز، قاضی محمود بحری، ولی دکنی اور شاہ تراب چشتی ایسے شعرا ہیں جن کے پورے کلام میں ہندی زبان کے بھرپور اثرات موجود ہیں۔

شمالی ہند کے ابتدائی اردو ادب پر نظر دوڑائیں تو ہمیں آبرو، فائز، شاکر ناجی، شاہ حاتم، سودا، انشاء اللہ خاں انشاء، جرات، شاہ آیت اللہ جوہری کے ہاں بھی ہندی الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے۔" رانی کیتکی کی کہانی"، "بیتال پچیسی"، "سنگھاسن بتیسی"، "مادھونل کام کندلا" اور اس کے صحیح ماخذ "شکنتلا، جورن وللو لال"، اختر رائے پوری، قدسیہ زیدی اور ساغر نظامی کے ہاں بھی ہندی زبان و ادب کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر پرکاش موہن یوں رقمطراز ہیں:

"امانت کی اندر سبھا میں اردو غزلوں کے علاوہ بھولیوں، ٹھولیوں اور چھندوں کا دل کھول کر استعمال کیا گیا ہے جو تخیل اور اسلوب دونوں اعتبار سے ہندی شاعرانہ روایت سے بے حد متاثر ہیں۔ اس لیے اس کی نقل میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہو گا اس پر ہندی اثرات کا کچھ نہ کچھ عکس آنا لازمی ہے۔"(۷)

اسی طرح ہم انیسویں صدی کی شاعری کا تحقیقاتی مطالعہ کریں تو ہمیں نظیر اکبر آبادی کی نظموں کے ساتھ ساتھ "پدماوت" کے تراجم میں بھی ہندی کے الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً ان کی نظم "بنجارا" کا ایک شعر ملاحظہ کریں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

کیا شکر مصری، کند گری، کیا سانبھر میٹھا کھاری ہے
کیا راکھ، منقا، سونٹھ، مرچ، کیا کیسر لونگ سپاری ہے

نظیر اکبر آبادی کے بارے میں مخمور اکبر آبادی رقمطراز ہیں:

"نظیر ہندوؤں کی معاشرت کے بھی اتنے بڑے ماہر ہیں جتنے مسلمانوں کے ۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ ہندو شعرا میں ایسے بہت کم نکلے ہیں جو ہندی اور ہندو معاشرت دانی میں نظیر کا مقابلہ کر سکیں۔ ان کی دلچسپیوں اور تفریحوں کے اسباب، متوسط طبقے کی طرزِ معاشرت، غربا کی عادات و اطوار عام شہریوں کے لہو و لعب، شہر کے مختلف پیشہ وروں کے چال چلن، ہنود کے تیوہار، مسلم اور ہندو خواتین کے رسم و رواج، خانگی زندگی کی کیفیت، صوفی اور فقراء کے خصائل، آزادوں اور بدمعاشوں، تماش بینوں کی بدوضعی، پھکڑوں کی عریانی، میلے ٹھیلوں کی رنگ رلیاں، اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں، غرض معاشرت کے جتنے کوائف ہیں سب کا کچھ نہ کچھ ذکر ان کے یہاں موجود ہے۔"(۸)

نظیر اکبر آبادی نے تہواروں کا ذکر بھی انتہائی مؤثر انداز میں کیا ہے۔ ہندو تہواروں میں ہولی، دیوالی، بسنت اور راکھی کا ذکر، اسی طرح مسلم تہواروں میں بکر عید، شب برات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ نظیر اکبر آبادی نے ہندو تہواروں میں ہندی زبان اور ان کے کلچر کی عکاسی کی ہے۔ نظیر اکبر آبادی کے بارے میں مجنوں گورکھ پوری یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"نظیر خالص ہندوستانی شاعر تھے، ہندوستان کی زندگی، ہندوستان کے رسوم و روایات ان کی شاعری کے لازمی عنصر ہیں۔ وہ اپنے گرد و پیش کے اہم واقعات کے ساتھ سچی موانست رکھتے ہیں۔ نظیر اردو کے پہلے شاعر ہیں جن کا کلام پڑھ کر ہندوستان کے حالات کی، معاشرت اور یہاں کے رسم و رواج کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔"(۹)

اردو کے ابتدائی ناٹکوں میں باڑاناٹک، راس ناٹک، سانگ ناٹک، رادھا کہنیا کا قصہ، جدید پارسی تھیٹر، راجا گوپی چند اور جالندھر کے تھیٹر، اردو ناٹکوں کے عمومی ماخوذ، مہابھارت اور رامائن، آغا حشر کاشمیری اور کرشن چندر زیبا نے ناٹکوں میں بھی ہندی زبان و ادب کی جھلک نظر آتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

بیسویں صدی کی شاعری میں ہندی عناصر کی کھوج اور ہندی زبان و ادب کے اثرات کا اردو زبان و ادب پر جائزہ لیں تو ہمیں کیفی، چکبست، سرور، سیماب اکبر آبادی، جگر بریلوی، شوق قدوائی، آرزو لکھنوی، حسرت موہانی، فراق گورکھ پوری، سلام سندیلوی اور عظمت اللہ خان کی شاعری میں ہندی کے الفاظ بھی قاری کی سماعتوں کو گدگداتے دکھائی دیتے ہیں۔

اردو کی گیت نگاری میں بھی ہندی الفاظ کا استعمال جابجا ملتا ہے۔ اردو میں گیت کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی اردو نظم کی ہے۔ شروع میں اردو اور ہندی کی شاعری میں سوائے رسم الخط کے کوئی فرق نہیں تھا۔ اس لیے اردو شاعری میں شروع سے ہی گیت نظر آتا ہے۔

امیر خسرو سے متعدد گیت منسوب ہیں، ان کے ایک گیت کا نمونہ ملاحظہ کریں:

سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھو تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
اسے پڑی ہے جو جاسناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں
نہ نیند نیناں نہ انگ چستاں نہ آپ آویں نہ بھیجے پتیاں(۱۰)

اختر شیرانی، میرا جی اور حفیظ جالندھری نے بھی گیت نگاری میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ حفیظ شاعروں کو ہمیشہ ترنم کے ساتھ لوٹ لینے کے قائل رہے ہیں۔ ان کے اسی شوق نے گیتوں کو جنم دیا اور ایسا جنم دیا کہ وہ اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو صرف گیت کے لیے وقف کر دیتے تو اردو میں ان کے مقابلے کا گیت نگار مشکل سے ملتا۔ انھوں نے ہندی گیت سے دل کھول کر استفادہ کیا اور ہندی تصورات کو اپنے گیتوں کا موضع بنایا۔ ان کے گیت کا اقتباس ملاحظہ ہو:

جھوٹا سب سنسار پیارے، جھوٹا سب سنسار
موہ کا دریا، لوبھ کی نیا، کافی کھیون ہار
موج کے بل پر جل نکلے تھے، آن پھنسے منجدھار
جھوٹا سب سنسار پیارے، جھوٹا سب سنسار
تن کے اُجلے، من کے میلے، دَھن کی دُھن ہے سوار
اوپر اوپر راہ بنائیں، اندر سے بٹ مار
جھوٹا سب سنسار پیارے، جھوٹا سب سنسار(۱۱)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

غزل، گیت اور نظم کے حوالے سے ناصر شہزاد کا نام بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ناصر شہزاد نے ادبی دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اوکاڑا کے ایک قصبے شیخو شریف میں بیٹھ کر ادب کی شمع جلائے رکھی۔ ان کا شمار مجید امجد، حاجی بشیر احمد بشیر جیسے ہم عصر شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں بھی ہندی الفاظ کی آمیزش نہایت خوبصورت انداز میں ملتی ہے۔"بن باس"(شاعری)، "چاند کی پتیاں"(شاعری) اوراس کے علاوہ "کون دیس گیو"(تنقید)ناصر شہزاد کی شعری ملکیت ہیں۔ناصر شہزاد کے ہاں ہندی الفاظ کی آمیزش ملاحظہ کریں:

تجھ سے بچھڑے گاؤں چھوٹا، شہر میں آکر بسے
تج دیے سب سنگی ساتھی تیاگ ڈالا دیس بھی(۱۲)

نیا پاندھو ندی کنارے سکھی
چاند بیراگ رات تیاگ لگے(۱۳)

یہ بات ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اردو زبان کا تعلق ہندیورپی خاندان السنہ کی ہند ایرانی شاخ سے ہے جو جدید ہند آریائی زبانوں کے خاندان کی کھڑی بولی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس زبان کا رسم الخط مغربی ہند کی کھڑی بولیوں کے برعکس "سامی" خاندان سے تعلق رکھنے والی زبان سے ملتا ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "املاءنامہ" کے مقدمہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"اردو ایک ہند آریائی زبان ہے لیکن اس کا رسم الخط سامی خاندان کی زبان عربی سے ماخوذ ہے۔"(۱۴)

یہاں اردو زبان ایک طویل عرصے تک فارسی زبان و ادب اور اس کی تہذیب کے زیر اثر رہی ہے جس کے اثرات آج بھی اردو زبان پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ وہاں عربی زبان و ادب نے بھی اردو اور اس کی تہذیب پر خاصے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مرزا خلیل احمد بیگ لکھتے ہیں:

"اردو نے اپنے ارتقاء کے دوران کئی زبانوں کے اثرات قبول کیے ہیں جن میں عربی، فارسی اور ترکی کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔"(۱۵)

یہ بات درست ہے کہ حاکم زبانیں محکوم علاقوں کی زبانوں، بولیوں اور تہذیب پر اثر انداز ہوتی ہیں مگر عربی زبان بہت بعد میں برصغیر کی حاکم زبان بنی ہے۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد سے بہت عرصہ پہلے برصغیر والوں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے عربوں سے کئی طرح کے تعلقات تھے۔ برصغیر کے عرب والوں سے یہ تعلقات عوامی اور سرکاری سطح پر استوار تھے۔ برصغیر میں انھیں عزت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، عربوں نے برصغیر میں رہائشیں اختیار کیں اور یہیں ان کی شادیاں ہوئیں، یہاں تک کہ بچے بھی اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔

دورِ اُمیہ میں سادات اور ان کے حامی بھی یہاں آکر آباد ہوئے۔ ۴۴ ہجری میں کئی لشکروں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی۔ اس ناکامی کے بعد باقی ماندہ لوگ مکمل طور پر یہاں کے ہو کر رہ گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ محمد بن قاسم اور اس کے بعد برصغیر مکمل طور پر عربوں کا ہو گیا۔ یہاں سے عربی زبان ایک نیا موڑ لیتی ہے۔ اس ساری صورتِ حال کے بعد یہاں سماجی اور تہذیبی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ وہاں عربی زبان نے بھی یہاں کی زبانوں اور بولیوں پر اپنے اثرات مرتب کیے۔

اُردو اور عربی گرامر کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو اردو گرامر میں بہت سے ایسے الفاظ ملتے ہیں جو عربی گرامر میں بھی مستعمل ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ اردو گرامر میں وہ الفاظ عربی گرامر سے مستعار لیے ہیں۔ جیسے اسم کی چیز، جگہ اور شخص کے نام کو کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی نام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی اللہ کے نام سے۔ تکیہ کلام بھی ہے، کوئی گر جائے یا گرنے لگے تو بے ساختہ منہ سے بسم اللہ نکل جاتا ہے۔

حمد اللہ کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہے۔ عربی زبان و ادب میں بھی حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں لفظ حمد کو تعریف، ستائش اور خوبیوں کے معنوں میں لیا گیا ہے۔ عربی ترجمے میں بھی حمد کے لیے تعریف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اردو بول چال میں عالم، نور، رحمان، قرات، عبدل، قدیر، قادر، ستار، غفار، عظیم، عبد اللہ، عبد الحکیم وغیرہ جو نام استعمال کیے جاتے ہیں بعینہٖ یہ تمام الفاظ عربی بول چال میں بھی ایسے ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر عبد الحکیم نے رحمان کا ترجمہ لفظ کے عمومی بول چال میں مستعمل ہونے کے سبب "رحمان" ہی کیا ہے۔ اسی طرح مولانا سید مودودیؒ نے رحمان کا ترجمہ رحمان ہی کیا ہے۔

رضا اللہ حیدر "جدید لسانی تحقیق" میں یوں رقمطراز ہیں:

> "جب ہم اردو سے عربی تعلق کی بات کرتے ہیں تو لا محالہ قدیم و مشہور بیان نقل کرنا پڑتا ہے کہ عربی اردو کی ماں ہے۔ خطہ ہند میں محض اردو نے ہی جنم نہیں لیا بلکہ عربی زبان کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

پرداخت کے ابتدائی دور میں بعض مقامات عرب کے ساتھ ساتھ ہندوستان نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔"(۱۶)

اسی طرح لفظ "صراط" اردو میں عام استعمال کا نہیں لیکن غیر مانوس بھی نہیں ہے۔ یہ لفظ بولنے اور سننے میں بھی آتا ہے۔ اس لفظ کا استعمال عربی زبان و ادب میں بھی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان، مولوی اشرف علی تھانوی، احمد رضا خاں بریلوی، مولانا سید مودودی نے اس لفظ کے معنی "رستہ" کے لیے ہیں جبکہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شاہ عبدالقادرؒ، مولوی فیروز دین، محمد میاں جوناگڑھی، مولانا بشیر احمد لاہوری اور مولوی فرمان علی نے "صراط" کا ترجمہ "راہ" کیا ہے۔ اسی طرح عربی ترجمہ بھی راہ ہی ہوا ہے۔

اسی طرح "و" کا استعمال اردو اور عربی میں برابر مستعمل چلا آرہا ہے۔ جیسے شب و روز، رنگ و نمو، شعر و سخن، قلب و نظر، دل و جان، خاص و عام، دین و دنیا، اس تمام جائزے سے یہ ثابت ہوتا ہے عربی زبان و ادب نے بھی اردو پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کی شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا اہل عرب سے کئی معاملات میں واسطہ رہتا ہے اور اس تعلق اور واسطے کی بنیاد پر روزمرہ گفتگو کے کئی الفاظ اردو زبان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

ہم براہِ راست اردو میں شامل عربی زبان کے الفاظ کے ذخیرے کی بات کریں تو ان کی تعداد گننا خاصی مشکل ہے۔ ہم معیاری، ادبی، کتابی اور رسمی بول چال کی بات کریں تو اردو زبان و ادب پر عربی زبان و ادب کے نمایاں اثرات ملتے ہیں۔ اردو زبان کے متعلق اب تک جتنی کتابیں بھی لکھی جاچکی ہیں ان تمام کتابوں میں صرف ایک بات پر ہی زور دیا گیا ہے کہ اردو زبان کی ابتدا کے بارے میں جتنے بھی نظریات ہیں کے ان کے بارے میں تحقیق کی جائے، مصنف یہ سوچتے سوچتے تھک جاتا ہے کہ اردو، ہندی، ہندوستانی، ریختہ، اردوئے معلیٰ یا لشکری زبان سے جنم لے کر پروان چڑھی ہے۔

موجودہ عہد تک آتے آتے بہت کم مصنفوں یا ادیبوں نے اردو زبان کے مسائل کے بارے میں بہت کم گفتگو کی ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں اردو کو پاکستان کی دفتری اور سرکاری زبان قرار دیا گیا تھا مگر یہ وعدہ ابھی تک وفا نہیں ہوا۔ اردو زبان و ادب پر انگریزی زبان و ادب کے اثرات انگریزوں کے ہندوستان میں آمد اور باہمی میل جول کے ساتھ ہی شروع ہوگئے تھے۔ اگر غالب کی نثر کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے خطوط میں بھی انگریزی زبان کے الفاظ ملتے ہیں۔ جیسے پارسل، رجسٹری، پیڈ، ڈاک، ٹکٹ، پیکٹ، پوسٹ ماسٹر، سٹمپ وغیرہ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن کی کثرت

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

غالب کے خطوط میں بارہا ملتی ہے۔ غالب چونکہ پنشن کے سلسلے میں عدالت بھی جاتے تھے تو ان کی درخواستوں میں ڈگری، سیشن جج، کورٹ ریڈر، رپورٹ جیسے انگریزی الفاظ بھی ملتے ہیں۔

علی گڑھ تحریک نے جہاں سماجی، معاشرتی اور دینی اقتدار کو بلند کرنے میں اہم کردار ادا کیا وہاں اردو زبان و ادب کی ترقی میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ سرسید احمد خان نے آسان اور جدید اردو نثر کو فروغ دیا مگر اس کا سنگِ بنیاد مرزا غالب کے ہاتھوں رکھا گیا۔ سرسید احمد خان اس بات کے حامی تھے کہ مسلمانوں کو انگریزی زبان سیکھنی چاہیے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انگریزی زبان سیکھے بغیر مسلمانوں کی ترقی محال نظر آتی تھی۔

اس وقت کے جدید علوم پر نظر دوڑائی جائے تو انگریزی زبان کا شمار جدید زبانوں میں ہوتا تھا۔ سرسید کی تقریروں اور تحریروں میں بھی انگریزی کے بے شمار الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جیسے اسپیچ، پرائیویٹ سوسائٹی، گزٹ، محمڈن ایجوکیشنل، کالج، یونیورسٹی وغیرہ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو سرسید کے زیرِ استعمال رہتے تھے۔ فارسی اور عربی کا مقروض ہونا تو خیر اس زمانہ کے سیاسی حالات کے لحاظ سے اس کی سرشت میں داخل ہو گیا مگر اب وہ انگریزی کی اس قدر شرمندۂ احسان ہوتی جا رہی ہے کہ نامعلوم آئندہ نسل کے لسانیاتی معاملات اس کے مقروض الفاظ کا کیا تناسب نکالیں۔

یہی بات مولوی عبدالحق بھی قواعد اردو کے دیباچے میں کہہ چکے تھے مگر ان کے خیال میں اس سے اردو کے بنیادی ڈھانچے میں کوئی فرق نہیں آسکتا مگر یہاں یہ بات زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہے کہ اردو زبان میں انگریزی الفاظ کثرت سے داخل کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انگریزی کے وہ الفاظ جو اردو میں داخل ہو کر مضبوطی پکڑ گئے ان کا اس زبان سے خارج کرنا یا نکالنا انتہائی مشکل ہو گا۔

دورِ حاضر پر نظر دوڑائیں تو کرکٹ، فٹ بال، ہاکی، گولف، ٹینس، ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن، سکوائش، سنوکر، بلیئرڈ، کمپیوٹر، اسیسریز، ڈی وی ڈی، سی ڈی، ہارس ٹریڈنگ، فلور کراسنگ جیسے انگریزی کے الفاظ بھی اردو میں استعمال ہونے لگے ہیں۔ ہمارے جدید شاعروں نے بھی انگریزی کے الفاظ کو اردو کا موضوعِ سخن بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ احمد فراز نے اپنی کتاب "پسِ انداز موسم" میں "ہیچ ہائیکر" کے عنوان سے آٹھ بندوں کی نظم تحریر کی ہے۔ اسی طرح فرحت عباس شاہ نے اپنی شاعری میں انگریزی الفاظ کا استعمال بڑی بے دردی اور شدت کے ساتھ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

کیا ہے۔ فرحت عباس شاہ نے اپنی کتاب "دو بول محبت کے" میں "Town of Love" کے عنوان سے صفحہ نمبر ۶۰ پر پوری نظم تحریر کی ہے۔

اکیسویں صدی کے جدید شعرا کا احاطہ کیا جائے تو نسلِ نو کے شعرا نے اپنی شاعری میں انگریزی کے پہاڑ کھڑے کر دیے ہیں۔ عفرا قریشی نے اپنی پلوٹھی کی کتاب "جام رکھا ہے ابھی" میں Suspension, New plan, Request, Extention, Ventilator, I.D card, Nostalgic, Reader, اور لنڈن جاتے سے جیسے بھرپور انگریزی الفاظ استعمال کر کے اردو کے ساتھ بے پناہ ناانصافی کی ہے۔

اس صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اُردو زبان و ادب اپنا معیار اور اعتبار کھو دے گی۔ کوئی بھی زبان تہذیب اور ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اگر آئینہ دھندلا پڑ جائے تو آئینہ شناسی دھندلاہٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہم آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی انگریزوں کے غلام ہیں۔

انگریزی زبان کے الفاظ ڈپلومیسی، ڈیموکریسی، ایس پرو، ڈسپرین، پیراسیٹامول، بروفن، پونسٹان، شوگر، بلڈ پریشر، ہارٹ اٹیک، کینسر وغیرہ ایسے بے شمار الفاظ ہیں جو اُردو میں داخل ہو کر اس زبان پر اپنا قبضہ جما چکے ہیں۔ اسی طرح اکبر الٰہ آبادی کی ساری طنزیہ مزاحیہ شاعری میں انگریزی کے بے شمار الفاظ ملتے ہیں۔ اگر جدید شعرا میں سے پروین شاکر، نوشی گیلانی، فاخرہ بتول، سعد اللہ شاہ، فرحت عباس شاہ اور دیگر کئی شعرا کے کلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان کے کلام میں جابجا انگریزی کے الفاظ ملتے ہیں۔ پروین شاکر کی کتاب "انکار" کا مطالعہ کریں تو "انکار" کے صفحہ نمبر ۸ پر نثری نظموں کی جو فہرست ترتیب دی ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

U.D.C کی ایک ڈائری۔	ص۱۵۷
ٹماٹو کیچ اَپ۔	ص۱۵۹
اسٹیل مل کا ایک خصوصی مزدور۔	ص۱۳۹
SAN FRANCO۔	ص۱۸۱
ایک سوشل ورکر خاتون کا مسئلہ۔	ص۱۸۵
کلفٹن کے پُل پر۔	ص۱۷۸
I Will Miss You۔	ص۱۸۳

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

اگر ہم اسی طرح انگریزی کے غلام رہیں گے اور انگریزی الفاظ ہماری اُردو زبان میں داخل ہوتے رہیں گے تو تہذیبوں کا یہ اصول ہے کہ غالب قوموں کی ثقافت، تہذیب، زبان اور مذہب مغلوب قوموں کے تمام عناصر کو متاثر کرتا ہوا اور روندتا ہوا آگے گزر جاتا ہے۔

پنجابی ادب بھارت اور پاکستان کے خطہ پنجاب اور بیرون پنجاب بسنے والے پنجابی ادیب اور شاعر کا پنجابی زبان کے کلام سے عبارت ہے۔ پنجابی زبان کئی رسوم الخط میں لکھی جاتی ہے جن میں بالترتیب شاہ مکھی اور گرمکھی اہم ہیں۔ پنجابی ادب کا آغاز بابا فرید الدین گنج شکر (۱۱۷۳ء۔۱۲۶۶ء) کے کلام سے ہوتا ہے۔ ان کی وفات کے بعد گرنتھ صاحب میں ان کا کلام شائع ہوا۔

بابا فرید الدینؒ کے بعد پنجابی زبان کا دوسرا بڑا شاعر سکھ مت کے بانی اور مہا گرو گرو نانک (۱۴۶۹ء۔۱۵۳۹ء) ہیں۔ انھوں نے خود سنسکرت، عربی و فارسی اور جنوبی ایشیا کی دیگر زبانوں کے الفاظ ملا کر پنجابی زبان میں کچھ اشعار لکھے اور یوں گربانی کا بھی آغاز کیا۔ گرونانک کی زندگی اور کارناموں پر مبنی جنم ساکھی بھی پنجابی نثر کے ابتدائی نمونوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اگلی صدی میں پنجابی صوفی شاعری کا آغاز ہوا اور شاہ حسین (۱۵۳۸ء۔۱۵۹۹ء)، سلطان باہو (۱۶۲۸ء۔۱۶۹۱ء)، شاہ شرف (۱۶۴۰ء۔۱۷۲۴ء)، علی حیدر (۱۶۹۰ء۔ ۱۷۸۵) صالح محمد صفوری اور بلھے شاہ (۱۶۸۰ء۔۱۷۵۷ء) جیسے عظیم صوفی شاعر پیدا ہوئے۔ فارسی شاعری میں غزل کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی مگر پنجابی شاعروں نے کافی کو اپنایا اور پروان چڑھایا۔

پنجابی شاعری نے ادب کی دیگر اصناف کو بھی متاثر کیا جیسے پنجابی قصّے جو ہندوستانی، فارسی اور قرآنی متون پر مبنی ہوتے ہیں اور عموماً رومانی ہوتے ہیں۔ پنجابی قصّوں میں وارث شاہ (۱۷۰۶ء۔۱۷۹۸ء) کا قصّہ ہیر رانجھا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ دیگر پنجابی قصّوں میں فضل شاہ کا سوہنی مہینوال، حافظ برخوردار (۱۶۵۸ء۔۱۷۰۷ء) کا "مرزا صاحباں"، ہاشم شاہ (۱۷۳۵ء۔۱۸۴۳ء) کا "سسّی پنّوں" اور قادر یار (۱۸۰۲ء۔۱۸۹۲ء) کا قصّہ "پورن بھگت" شامل ہیں۔

پنجابی شعوی کہانیوں میں جنگ کی کہانیاں بہت مشہور اور روایتی ہیں۔ گرو گوبند سنگھ کی اساطیری کہانی پنجاب میں زبان زد عام و خاص ہے۔ مغلیہ عہدِ حکومت میں ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ دی وار میں بیان کی ہے۔ مغلیہ عہد حکومت میں ہی شاہ محمد (۱۷۸۰ء۔۱۸۶۲ء) کا جنگ نامہ پنجابی ادب کا حصہ بنا جس میں ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۶ء کے پہلی اینگلو سنگھ جنگ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

برطانوی راج میں پنجابی زبان میں برطانوی ادب داخل ہوا اور جدت پسند کے اپنی جگہ بنائی۔ اسی بہانے وکٹورین ناول، ایلیز ابیتھ ڈرامہ اور آزادی شاعری پنجابی ادب کا حصہ بنے۔ ۱۸۳۵ء میں مسیحی مشنری نے گرمکھی رسم الخط کا پہلا چھاپہ خانہ لدھیانہ میں قائم کیا اور ۱۸۵۴ء میں ریورینڈ جے نیوٹن نے پہلا پنجابی لغت مرتب کیا۔ نانک سنگھ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۱ء) اور ویر سنگھ نے پہلا پنجابی ناول لکھا۔ ویر سنگھ سبھا تحریک سے وابستہ تھا مگر اس نے تاریخی، رومانی ناول بھی لکھے جیسے سندری، ستونت کور اور بابا نودھ سنگھ، نانک سنگھ نے شغوی قصّوں کو تحریری شکل دی اور کئی ناول لکھے۔ انھوں نے سماجی اصلاحات کو بھی اپنا موضوع بنایا۔

بیسویں صدی امرتا پریتم (۱۹۱۹ء۔ ۲۰۰۵ء) نے پنجابی زبان کو ایک الگ بلندی عطا کی۔ انھوں نے ناول کے ساتھ ساتھ افسانے بھی لکھے، وہ شاعرہ بھی تھیں۔ انھوں نے دیگر موضوعات کے ساتھ تقسیم ہند اور نسوانیت کو اپنی تحریروں میں خوب جگہ دی۔ برطانوی عہد میں پنجابی شاعری میں نت نئے تجربے ہوئے۔ پورن سنگھ (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۱ء) اس کے لیے بہت مشہور ہوئے۔ دھنی رام چترک (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۷ء)، دیوان سنگھ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۴۴ء) اور استاد دامن (۱۹۱۱ء۔ ۱۹۸۴ء) نے تحریکِ آزادی ہند سے متاثر ہو کر وطن پرستی اور قوم پرستی کو اپنا موضوع بنایا۔ موہن سنگھ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۸ء) اور شریف کنجاہی نے پنجابی شاعری میں جدت پسندی کو فروغ دیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد پنجاب کا علاقہ بھارت اور پاکستان میں تقسیم ہو گیا۔ مغربی پنجاب میں نجم حسین سید، فخر زمان اور افضل حسین نے پنجابی ادب میں خوب نام کمایا۔ ان کے علاوہ ادبی تنقید اور شاعری پر بھی خوب کام ہوا اور شفقت تنویر مرزا، احمد سلیم اور نجم حسین سید مشہور ہوئے۔

فخر زمان اور افضل احسن رندھاوا کو تقسیم کے بعد پنجابی زبان کی شناخت کو دوبارہ متعارف کرنے کا سہرا جاتا ہے۔ پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز نے ان کے افسانوی مجموعہ کہانی "پراگ" کے لیے وارث شاہ میموریل اعزاز سے ۲۰۰۵ء میں نوازا۔ ۱۹۸۷ء میں یہی اعزاز منشایاد کو ان کے مجموعہ "وگدا پانی" کے لیے دیا گیا۔ انھیں ۱۹۹۸ء میں ناول "ٹانواں ٹانواں تارا" اور ۲۰۰۴ء میں تمغہ امتیاز سے نوازا گیا۔

دورِ جدید میں سب سے مقبول مصنف میر تنہا یوسی ہیں جنھیں چار مرتبہ مسعود کھدر پوش اعزاز سے نوازا جا چکا ہے۔ انھوں نے بھارتی لوگوں کے لیے گرمکھی رسم الخط میں بھی اپنی کتابیں لکھوائی ہیں۔ اُردو کے مشہور شاعر منیر نیازی (۱۹۲۸ء۔ ۲۰۰۶ء) نے پنجابی میں بھی شاعری کی ہے۔ عبدالمنان نے پنجابی شاعری میں نئے ٹرینڈ کو متعارف کروایا اور انھوں نے اردو شاعری میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

مشرقی پنجاب میں جن ادیبوں اور شاعروں نے نام کمایا ان میں امرتا پریتم (۱۹۱۹ء۔۲۰۰۵ء)، جسونت سنگھ راہی (۱۹۳۰ء۔ ۱۹۹۶ء)، شو کمار بٹالوی (۱۹۳۶ء۔۱۹۷۳ء)، سرجیت یاتر اور پاش (۱۹۵۰ء۔ ۱۹۸۸ء) جیسے نام شامل ہیں۔ امرتا کو "سنیہے" کے لیے ۱۹۸۲ء میں ساہتیہ اکیڈمی اعزاز سے نوازا گیا۔ انھوں نے اس میں عورت کے سماجی حالات کی عکاسی کی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں کمار کے شاہکار "لونا" کے لیے ساہتیہ اکیڈمی اعزاز ملا، کچھ شاعروں میں سماج کو اپنا موضوع جیسے پوش، پابلو نرودا اور کٹاو پو پاز وغیرہ۔

اس سے ثابت ہوا کہ پنجابی صدیوں پرانی زبان ہے جو اس وقت بھی پاکستان کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک میں بولی جاتی ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق پنجابی دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے جو بڑی شدومد کے ساتھ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اگر اسی تسلسل کے ساتھ زبانوں کا دخول و خروج اردو زبان و ادب پر غالب رہا تو مستقبل قریب میں اُردو زبان اپنی اصل شناخت سے بہت دُور چلی جائے گی۔ پنجابی بول چال کے بہت سے الفاظ روز مرہ اور محاورات اُردو زبان میں اپنی مستقل جگہ بنا چکے ہیں اور ان الفاظ کا اردو زبان و ادب سے منہا کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خلیل احمد بیگ، مرزا: "اُردو کی لسانی تشکیل" مجلس ترقی ادب، علی گڑھ، ۲۰۲۱ء، ص ۱۹۳

۲۔ گوپی چند نارنگ (مرتب) "املاء نامہ" مکتبہ جامعہ، دہلی، س۔ن، ص ۱۳

۳۔ آل احمد سرور، پروفیسر: "خواب باقی ہیں" ایجوکیشنل بک ہاؤس یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ، ۱۹۹۱ء، ص ۳۳۸

۴۔ پرکاش مونس، ڈاکٹر: "اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر" نیشنل آرٹ پرنٹس، الٰہ آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۲۲

۵۔ ایضاً، ص ۲۴

۶۔ سلیمان ندوی، سید: "نقوشِ ادب" معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۳۹ء، ص ۱۰۵

۷۔ پرکاش مونس، ڈاکٹر: "اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر"، ص ۴۷۶

۸۔ مخمور اکبر آبادی: "روحِ نظیر" اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷

۹۔ اکبر علی بیگ، مرزا، محمد علی اثر (مرتبین): "نظیر شناسی" ادارہ شعر و حکمت، حیدر آباد، ۱۹۱۱ء، ص ۱۹۸

۱۰۔ پرکاش مونس، ڈاکٹر: "اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر"، ص ۶۰۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۰۸

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-01

ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۲۔ ناصر شہزاد، سید: "بن باس" عکس پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء ص ۱۲۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۲۴

۱۴۔ گوپی چند نارنگ (مرتب) "املاء نامہ"، ص ۸

۱۵۔ خلیل احمد بیگ، مرزا: "اُردو کی لسانی تشکیل"، ص ۱۹۴

۱۶۔ رضا اللہ حیدر: "جدید لسانی تحقیق" القلم فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۴